جہانِ تازہ
ف۔ر۔ی

سینئر تے جونیئر

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں کچھ ذمہ داریاں تقسیم کی ہوئی ہیں جن کا وہ ذمہ دار ہوتا ہے اور اس سے تقاضا بھی اس بات کا ہی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو کماحقہ پورا کرے۔ بہت سارے ایسے افراد ہیں کہ جو اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض تو یہ کہتے ہوئے

''ہم نے وہ قرض بھی ادا کیے جو واجب نہ تھے''

اپنی ذمہ داری سے بھی کچھ نہ کچھ زیادہ کر گزرتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی بھی کوئی کمی نہیں جو جانتے بوجھتے نا صرف کہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتے بلکہ پورا کرنا بھی نہیں چاہتے اور پھر اس کے لیے حیلے بہانے اور لیت ولعل سے کام لیتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے نا صرف کے کام ہونے سے رہ جاتا ہے بلکہ مزید کچھ ایسے نقصانات ہو جاتے ہیں جن کی تلافی ناممکن ہوتی ہے مثلاً آج کل ایک مرتبہ پھر ینگ ڈاکٹرز اور پنجاب حکومت آمنے سامنے ہیں۔ حکومت بھی اپنی روایتی سنگدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی مشینری کے اہم کل پرزے اور اپنے ملازمین اور ماتحت لوگوں کے مطالبات تسلیم کرنے اور پورا کرنے میں سنجیدہ نہیں اور ڈاکٹر حضرات بھی اپنے مطالبات کی آڑ میں اپنی ذمہ داری پوری کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے کتنے ایسے لوگ ہیں جن کو نہ تو ان ڈاکٹرز کے مطالبات کا علم ہے اور نہ ہی وہ ان کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنا وزن کسی ایک فریق کے پلڑے میں ڈال سکتے ہیں لیکن وہ دونوں فریقوں کی ضد اور انا بھینٹ چڑھتے ہیں اور موت کے منہ میں دھکیل دیئے جاتے ہیں۔ کیا بھی سوچا ہے حکومت کے کار پرداز وزراء اور مشیر حضرات نے بیوروکریسی اور افسر شاہی نے کہ قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے سوال کر لیا تو یہ ذمہ داران کیا جواب دیں گے؟ یا وہاں بھی کسی دھرنے' ہڑتال یا احتجاج کی دھمکی دے کر اپنی خلاصی کروا لیں گے۔ نہیں ڈاکٹر حضرات قطعاً نہیں وہاں ایسا کچھ بھی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی'' (سورہ بقرہ آیت نمبر 48) کوئی شبہ نہیں کہ ینگ ڈاکٹرز حضرات کے ساتھ کچھ تو حکومت زیادتی کرتی ہے کہ ان کو ان کے جائز حقوق اور مراعات نہیں دیتی۔ اپنے اللوں تللوں کے لیے خزانے کا منہ ہر وقت کھلا رہتا ہے مگر اپنے ماتحتوں اور ملازمین کو دینے کے لیے انہیں خزانے میں کچھ نظر نہیں آتا اور وسائل انہیں اجازت نہیں دیتے **''لاحول ولا قوۃ الا باللہ''** لیکن جب یہی ملازمین اور ماتحت لوگ اپنے اوپر کے لوگوں کے کروفر اور ان کی عیاشیوں کو دیکھتے ہیں کہ یہ استحقاق سے زیادہ لیتے اور غیر مستحق لوگوں کو نوازتے اور ان کے کسی ''کار خاص'' کی وجہ سے ان کی آؤ بھگت کرتے ہیں تو پھر یہ احتجاج پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اس کے لیے وہ آخری حد تک جانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ **فافہم و تدبر**

ہم اپنے متعلقہ مساجد اور مدارس کے بارے تو جانتے تھے کہ ان کی تعمیر سے لیکر آبادی تک اور پھر نظام کو چلانے کے لیے کیسے کیسے گھپلے ہوتے ہیں یا کیے جاتے ہیں اور پھر گورنمنٹ کے کئی ایک محکموں کی کرپشن کی کہانیاں تو سرعام میڈیا کا موضوع بنی ہوئی ہیں بلکہ کئی ایک بڑے بڑے کیس عدالتوں سے فیصلہ لے چکے ہیں اور کئی زیر سماعت ہیں لیکن ینگ ڈاکٹرز کے مسائل جاننے کا قریب سے موقعہ اس وقت ملا جب والد محترم مرحوم ہسپتال میں تھے تو معلوم ہوا کہ یہ ڈاکٹر بے چارے حکومت سے زیادہ اپنے سینئرز کے ہاتھوں استحصال کا شکار ہو رہے ہیں حالانکہ دونوں ایک ہی محکمے اور ادارے کے ملازم ہیں۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کی حیثیت سے ان کی اپنی اپنی ذمہ داریاں اور مراعات ہیں ایک نظم میں رہتے ہوئے دونوں ہی اپنے ادارے یا محکمے کے سربراہ کو جواب دہ ہیں اس کے باوجود وہ اپنے سینئر ہونے کی آڑ میں اپنے جونیئر پر زیادتی کرتے ہیں کہ ان کی ذمہ داری سے زیادہ ان سے کام لیتے ہیں۔ کسی نہ کسی معاملہ میں انہیں پریشان رکھتے

ہیں تاکہ یہ ہمارے ہی مرہون منت رہیں اور اسکے باوجود کہ ان کی تنخواہ اور مراعات اپنے جونیئر سے کہیں زیادہ ہے۔ بلکہ ادارے یا محکمے اور اس کی تمام اشیاء کو باپ کی وراثت سمجھ کر اپنی ذات اور ادارے سے غیر متعلقہ عزیز و اقارب کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ پھر بھی اپنے جونیئر کی جائز مراعات اس تک نہیں پہنچنے دیتے بلکہ اس کی تنخواہ اور معاوضے سے بھی کچھ نہ کچھ ہڑپ کر جاتے ہیں اور یہ سارا کچھ سرکار کے نمائندوں جنہیں عرف عام میں بیوروکریٹ اور افسر کہا جاتا ہے کے ساتھ مل کر کیا جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں ملتان جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں برادر مکرم فضیلۃ الشیخ حافظ محمد ریاض عاقب حفظہ اللہ نے بتایا کہ ایک نیک طینت اور دیانتدار افسر نے ایک ملازم سے تنخواہ معلوم کی تو اس نے بتایا کہ مجھے سات ہزار روپے ماہانہ تنخواہ ملتی ہے لیکن جب اس کی فائل نکالی گئی اور چھان بین کی گئی تو پتہ چلا کہ اس کے نام تو چودہ ہزار تنخواہ خزانے سے جاری ہوتی ہے۔

عزیز قارئین! اب آپ غور کریں کہ اس بے چارے غریب آدمی کی سات ہزار تنخواہ اس کے فکریا سینئر کھا رہے ہیں۔ یہ ایک معمولی درجے کا ملازم ہے جو اس دور میں شاید 14 ہزار میں بھی گزارہ نہ کر سکے۔ لیکن اسے اس کے حق سے محروم کر کے صرف 7 ہزار میں زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا گیا اور ایسا کرنے والے خود نا صرف کہ کئی ہزار تنخواہ اور اس کے ساتھ بے پناہ مراعات لیتے ہونگے بلکہ لاکھوں کی دیہاڑی نہیں تو ماہانہ تو ضرور لگاتے ہونگے۔ بلکہ کئی افسر ٹائپ کلرک ایسے بھی ہیں جن کے ایک بینک کے اکاؤنٹ میں لاکھوں نہیں کروڑوں کا بیلنس ہے اور ایسے اکاؤنٹ کئی بنکوں میں ہیں جبکہ ایک معمولی ملازم کی آدھی تنخواہ ہی ہڑپ کر جاتے ہیں۔ لیکن ایسا کب تک ہوسکتا ہے اگر اس دنیا میں نہیں تو کوئی دن تو آنے والا ہے جب یہ سارا حساب برابر کیا جائے گا۔ مگر افسوس کہ آج ہم کرپشن میں اس حد تک غرق ہیں کہ ہمیں آخرت کی فکر ہی نہیں رہی اور یوم حساب کا خیال بھی ہم نے دلوں سے نکال دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین! یہ ایک معمولی سی جھلک ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے اور جس کی وجہ سے ینگ ڈاکٹرز کے نام سے جونیئر اپنے سینئر اور ملازم اپنے افسران کے خلاف احتجاج پر مجبور ہوئے اور وہ اپنی ڈیوٹیاں چھوڑ کر سڑکوں پر دھکے اور ڈنڈے کھانے پر مجبور ہوئے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر حضرات بھی غور فرمائیں کہ ان کا یہ احتجاج کا طریقہ اور آئے روز ہڑتالیں کیا شرعی اور اخلاقی لحاظ سے درست ہیں۔ مریض تڑپ رہا ہے اس کے لواحقین رو رہے ہیں۔ منتیں کر رہے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب اس مریض کو سامنے کھڑے صرف اس لیے چیک نہیں کر رہے اس کے لیے کوئی دوائی یا علاج تجویز نہیں کر رہے کہ "میں ہڑتال پر ہوں" وہ مریض تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے مگر اس مسیحا کے دل میں کوئی نرمی پیدا نہیں ہوتی۔

اگر جونیئر ڈاکٹرز حضرات کے ساتھ ان کے افسران اور سینئرز ظلم و زیادتی کرتے ہیں تو ادھر تصویر کا دوسرا رخ بھی کوئی خوش نما نہیں بلکہ بڑا بھیانک ہے کہ ڈاکٹری کا شعبہ اب ہمدردی خیر خواہی اور انسانیت پروری کا نام نہیں رہا بلکہ یہ ایک منفعت بخش کاروبار بن گیا ہے اور ڈاکٹر حضرات بہت بڑے بزنس مین' سرکاری ڈیوٹیاں کرنے کے علاوہ بعض نے تو کئی شہروں میں اور بعض نے ایک ہی شہر میں کئی مقامات پر اپنے کلینک بنائے ہوئے ہیں جہاں وہ بڑے بڑے چھروں کے ساتھ مریض اور ان کے لواحقین کی کھال اتارتے ہیں اور دامن پر کوئی چھینٹ بھی نہیں پڑنے دیتے۔ سرکاری ہسپتالوں میں تو یہ مریضوں کو شکوہ ہوتا ہی ہے کہ کوئی پوچھنے والا نہیں پرائیویٹ کلینکوں میں بھی ڈاکٹر حضرات صرف پیسے کھرے کرتے ہیں ورنہ ان میں احساس ذمہ داری تو کیا انسانیت تک موجود نہیں ہوتی۔ اس کی مثال کے طور پر بھی میں ذاتی تجربے سے اپنے قارئین کو آگاہ کرتا ہوں۔ والد محترم مولوی عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بیمار ہوئے تو شیخوپورہ سے ہمیں لاہور ریفر کر دیا گیا ہم نے سوچا کہ سرکاری ہسپتال میں علاج کروانے کی بجائے پرائیویٹ کروا لیتے ہیں پیسے تو خرچ ہونگے لیکن علاج ذرا اچھا ہو جائے گا۔ چنانچہ ہم نے اس بیماری کے اسپیشلسٹ ایک معروف و مشہور سرجن سے رابطہ کیا کہ وہ ایک مذہبی آدمی ہے بڑا خدا خوفی اور انسانیت پر ترس رکھنے والا ہے۔ لمبی کہانی میں مختصراً یہ کہ ہم نے ان کی خوبیوں اور اوصاف حمیدہ کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا جب ان کی زیارت ہوئی تو ماشاء اللہ مکمل داڑھی' شلوار نصف پنڈلی تک دل بہت خوش ہوا کہ یہ تو سلفی آدمی ہے لیکن اس کے دوسرے مریضوں (ابھی ہم سے علیک سلیک نہیں ہوئی) اور ملازمین سے اس کی گفتگو سن اور رویہ دیکھ کر معلوم ہو گیا کہ یہاں انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں۔ اتنا بڑا مذہبی ہونے کے باوجود اس نے اپنے ملازمین کو اور کئی کاموں کے متعلق تو جھڑکیاں دیں لیکن ان سے نماز کے متعلق پوچھا تک نہیں کہ انہوں نے پڑھی بھی ہے یا نہیں؟ اس سے بھی حیران کن بات کہ

جب ہم نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو وہاں جائے نماز تک موجود نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. خیراب ہماری باری آتی ہے چونکہ ڈاکٹر صاحب ایک سرکاری ڈیوٹی سے سیدھے کلینک آئے تھے۔ فون پر ہمارا رابطہ تھا ہم نے مریض کی تمام صورتحال سے آگاہ کیا ہوا تھا اس کے باوجود انہوں نے مریض کو دیکھا تک نہیں بلکہ اپنے ملازم کی پہلے سے تیار کی ہوئی فائل پر اکتفا کرتے ہوئے ہمیں آڈر سنایا گیا کہ پندرہ ہزار روپے خرچہ ہوگا اگر آپ دیتے ہیں تو علاج شروع کرتے ہیں۔

قارئین! اس دوران ان کا جو رویہ تھا یا جن الفاظ میں انہوں نے گفتگو کی وہ سب کچھ میں اختصار کی وجہ حذف کر رہا ہوں اور اس وجہ سے بھی کہ مجھے اہل حدیث سے اس قدر عقیدت اور محبت ہے کہ ان الفاظ کو اور ایسے رویے کی نسبت بھی میں کسی سلفی کی طرف کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ خیر ہم نے فوری طور پر سات ہزار پیش کیے اور باقی آٹھ ہزار ایک گھنٹے کے وقت پر ادھار کر لیے۔ ادھار پر کچھ لیت ولعل سے کام لیا لیکن بہر حال ڈاکٹر صاحب نے علاج شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ اور میں آپ کو طریقہ بتا دیتا ہوں اسی طریقے پر آپ نے عمل کرتے رہنا ہے۔ ساری رات آپ نے یہ ذمہ داری نبھانی ہے کیونکہ میرا کوئی اسسٹنٹ یا کمپوڈر اس وقت موجود نہیں اور بار بار اس بات کو دہراتے رہے۔ اب اس سے زیادہ دل دہلا دینے والی بات سنیں کہ شام تقریباً چھ بجے علاج شروع ہوا۔ اور صبح پونے تین بجے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. اس دوران ایک مرتبہ بھی ڈاکٹر صاحب نے نا تو خود آکر مریض کی حالت دیکھی اور نہ ہی فون پر معلوم کیا کہ علاج صحیح چل رہا ہے یا کوئی مسئلہ تو نہیں وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ ان کے کہنے کے مطابق ان کا گھر کلینک کے قریب ہی تھا۔

قارئین ذی وقار! میرا عقیدہ وایمان ہے کہ اگر سارے جہان کے ڈاکٹر طبیب اکٹھے ہوکر مریض کا علاج معالجہ شروع کر دیں اور اپنا ایڑی چوٹی کا زور بھی لگا رہے ہوں تو اگر اس آدمی کی موت کا وقت آ گیا ہے تو اس کو موت سے بچا نہیں سکتے اور ایک سیکنڈ بھی اس کی زندگی میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ اگر مذکورہ ڈاکٹر صاحب ساری رات خود بیٹھ کر بھی علاج کرتے تو تب بھی والد محترم نے اپنے وقت مقررہ پر فوت ہو جانا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ **اذا جاء اجلهم فلا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون.** (سورۃ یونس آیت نمبر 49)

''جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں''۔

لیکن مجھے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ڈاکٹر حضرات کا اگر اپنے پرائیویٹ کلینک میں بھاری بھر کم فیس وصول کرنے کے باوجود مریض اور اس کے لواحقین سے یہ سلوک ہے تو سرکاری ہسپتالوں میں ان کا رویہ کیسا ہوگا اور پھر جس علاج کا وہ پندرہ ہزار مانگ رہے تھے اور سات ہزار وہ پیشگی لے چکے تھے (باقی رقم کا بھی ہم نے بندوبست کر لیا تھا وہ تو ڈاکٹر صاحب دوبارہ آئے ہی نہیں کہ ہم انہیں ادا کر دیتے) اس پر زیادہ سے زیادہ ان کا آٹھ یا نو سو روپیہ خرچ آیا تھا۔

جب والد محترم کی وفات ہوگئی تو میں نے ڈاکٹر صاحب کو فون کر کے بتایا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ آپ آئیں ہم سے حساب کر لیں لیکن وہ نہ آئے کیونکہ ان کی جیب تو گرم ہو چکی تھی۔ بہر حال یہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ مجھے تو اس وقت صرف یہ کہنا ہے کہ اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی کرنا چاہیے اور ہمیں پورا بھی کرنا چاہیے۔ کہ اس سے معاشرے میں امن وسکون پیدا بھی ہوتا ہے اور باقی بھی رہتا ہے۔ اپنی ذمہ داریوں سے انحراف کا نتیجہ سوائے افراتفری اور بے چینی کے کچھ نہیں ہوتا۔

اور پھر ایک دوسرے کے حقوق کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور اس کو بروقت پورا کرنا چاہیے کہ موت کا علم کسی کو بھی نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو اور ہمیں موت آ جائے۔ اعاذ نااللہ منہا ایسی صورت میں قیامت کے دن بہت مشکل پیش آئے گی اور پشیمانی ہوگی۔

سینئر کو اپنی حیثیت کا ناجائز استعمال کر کے اپنے جونیئر کا استحصال نہیں کرنا چاہیے اور جونیئر کو بھی اپنے حقوق کے حصول کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے جو اپنی ذمہ داریوں سے فرار اور دوسرے لوگوں کے لیے اذیت کا باعث ہو۔ حکومت کو چاہیے کہ اگر ڈاکٹر صاحب کے مطالبات جائز ہیں تو انہیں بغیر حیل وحجت قبول کرے اور پورا بھی کرے اور اگر نا جائز ہیں تو قوم کو آگاہ کر کے متبادل بندوبست کرے اور ڈاکٹر حضرات کو بھی چاہیے کہ اگر وہ اپنے مطالبات کو جائز سمجھتے ہیں تو احتجاج کا کوئی معقول طریقہ اختیار کریں اس طرح غریب، مجبور اور بے کس لوگوں کی زندگی سے نہ کھیلیں۔

وما علينا الا البلاغ المبين